ریل کا سفر (دستان نمبر ب)

2b

پنڈت رتن ناتھ سرشار

سرشار لکھنؤ کے ایک معزز کشمیری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ 1878ء میں منشی نول کشور نے ان سے "فسانہ آزاد" نام کا ایک ناول نما قصہ اپنے اخبار کے لیے قسطوں میں لکھوایا۔ تھوڑے ہی دنوں میں سرشار کی دھوم مچ گئی۔ کہا جاتاہے کہ سرشار نے تقریباً بائیس سو صفحات پر پھیلا ہوا یہ قصہ کم و بیش ہر روز قلم برداشتہ لکھا تھا۔ کہنے کو یہ لکھنؤ کے ایک نو جوان میاں آزاد کی داستان ہے۔ جس کی لڑکی سے وہ شادی کرنا چاہتاہے وہ چاہتی ہے کہ آزاد جنگ ترکی و روس میں (جو اس زمانے میں واقعی چل رہی تھی) ترکی کی طرف سے حصہ لے اور وہ جب کارہائے نمایاں انجام دے کر لوٹے تبھی ان کی شادی ہو۔ لیکن کتاب کا بڑا حصہ دوسرے بہت سے چھوٹے چھوٹے واقعات اور قصہ در قصہ کی طرح مناظر پر مشتمل ہے۔ کرداروں، واقعات اور جگہوں کی اس بھیڑ میں ہنسی مذاق بھی ہے، جرم و سزا بھی ہے۔ اس زمانے کی تہذیب کی طنزیہ یا ہمدردانہ تصویریں بھی ہیں، انگریزی تہذیب اور مزاج اور ہندوستانی تہذیب اور مزاج کا ایک دوسرے پر اثر اور رد عمل بھی ہے۔ مختصر یہ کہ سرشار نے "فسانہ آزاد" نہیں لکھا ہے بلکہ ایک نئی طرح کی داستان لکھ دی ہے۔

"فسانہ آزاد" کا سب سے مشہور کردار 'خوجی' یعنی خواجہ بدیع الزماں ایک ایسا شخص ہے جو آزاد کا دوست اور ساتھی ہے۔ خوجی افیون خور، بزدل، نیم جاہل اور دل پھینک ہے لیکن اسے آزاد سے گہری محبت ہے۔ خوجی کی حرکتیں دیکھ کر ہم کو ہنسی آتی ہے لیکن اس سے ایک طرح کی محبت بھی پیدا ہوتی ہے۔ سرشار کو ہر طرح کی زبان پر قدرت ہے۔ وہ موقع یا اپنی پسند کی لحاظ سے سلیس اور سادہ، فارسیت سے بھرپور یا رعایت اور مناسبت سے سجائی ہوئی عبارت بے تکلف لکھتے ہیں۔

"فسانہ آزاد" کے اس اقتباس میں ہم خوجی کی حرکتیں دیکھتے ہیں اور اس زمانے میں ریل کے سفر کا بھی کچھ حال ہمیں نظر آتاہے۔

ریل کا سفر

2b.1 مقاصد

اس سبق کو پڑھنے کے بعد آپ :

1۔ " فسانہ آزاد" اور " داستان حق وفاداری " کی زبان کے فرق کو بتا سکیں گے۔

2۔ مشکل الفاظ کے معنی سمجھ کر ان الفاظ کو اپنی گفتگو میں استعمال کر سکیں گے ۔

2b.2 اصل سبق

ریل کا سفر (اقتباس : فسانہ آزاد)

آیئے " فسانہ آزاد " کے اقتباس کو پورا پڑھیں :

" الغرض میاں آزاد اور خوجی صاحب نے اسباب کسا اور اسٹیشن پر داخل ہوئے۔ " میاں خوجی کو روپے دیئے کہ ٹکٹ لاؤ۔ حضرت جا ڈٹے اور جس وقت گھنٹی ہوئی ٹھن ٹھن اور کانسٹبل نے کہا کہ کانپور کے مسافرو چلو ! ٹکٹ بٹ رہا ہے۔ خوجی بھی لپکے اور وہ ریلا آیا کہ خدا کی پناہ۔ ایک ایک پر دس دس گرے پڑتے ہیں۔ بیس واڑے کے دس بارہ کشیدہ قامت جوانوں میں حضرت خوجی جو پھنسے تو کچلنے لگے۔ وہ ڈنڈ پیل لحیم و شحیم کرارے جوان ، یہ بے چارے نیم جان ، قد ماشاء اللہ پون انچ کا ، بہت ہی گھبرائے اور یار نوک جو بھیڑ بھڑا کر دھنس پڑے تو ان کے ہاتھ پانو گویا شکنجے میں کس گیے۔ جب کچلنے لگے تو غل مچایا کہ لانا قرولی ! دو ایک کو تو یہیں شہید کردوں۔ اتنا سننا تھا کہ بھیڑ کائی کی طرح پھٹ گئی اور میاں خوجی دڑاتے ہوئے ٹکٹ کی کھڑکی کے پاس پہنچے ۔

خوجی : بابو صاحب ! ٹکٹ دے دیجیے۔

الغرض : غرض یہ کہ
ریلا : بھیڑ
بیس واڑہ : ایک علاقہ جہاں کے لوگ بڑے اونچے قد کے ہوتے ہیں
کشیدہ قامت : طباخوڑاھڈیل ڈول
ڈنڈ پیل : کسرتی
لحیم و شحیم : لمبے چوڑے
قرولی : شکاری چاقو کمر میں باندھتے تھے

بابو : گول مت کرو (غل مت کرو)

خوجی: لمی غل تو سنتے ہو، مگراس غول بیابانی پر نظر ہے؟

بابو : چپ!

خوجی : چپ ؟ یہ چپ کیسی ؟ ٹکٹ دیتے ہو یا میں اسٹیشن ماسٹر سے رپٹ بولوں پھر!

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ پھر ریلا۔ وہ ریل پیل کہ میاں خوجی کے پتھرے ہی بگڑ گیے۔ رپٹ و پٹ سب بھولے اور کوئی بیس قدم پیچھے ہوگیے۔ خیر بعد خرابی بصرہ خدا خدا کر کے ٹکٹ ملے اور جاکر ریل پر بیٹھے۔

ریل چلی تو میاں خوجی کوآزادنے جگایا کہ اٹھئے جناب خواجہ صاحب! کانپور آگیا۔

خوجی : واللہ ! مجی واہ ری! ایک ہی مرتبہ کی پینک میں کانپور پہنچ گیے۔

غول بیابانی : مراد بھیڑ بھاڑ

پتھرے بگڑنا : حالت خراب ہونا

بعد خرابی بصرہ : بڑی مشکلوں سے

واللہ : خدا کی قسم

2b.3 تشریح عبارت

خوجی، میاں آزاد کے دوست ہیں اور ہر جگہ آزاد کے ساتھ رہتے ہیں ۔ خوجی افیون کھاتے ہیں اور بہت بزدل ہیں۔ مگر ہر جگہ اپنے آپ کو بہادر ثابت کرنے کے لیے اپنی قرولی مانگتے ہیں ۔

"کانپور کے مسافرو چلو ٹکٹ بٹ رہا ہے۔" اس جملے سے پتہ چلتاہے کہ اس زمانے میں آج کی طرح ریل کا سفر کرنے کے لیے ٹکٹ پہلے سے نہیں خریدا جاسکتا تھا اور نہ ہی پہلے سے سیٹ ریزرو کرائی جاسکتی تھی بلکہ ریل کے اسٹیشن پر آنے سے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پہلے پلیٹ فارم پر ایک گھنٹہ بجتا تھا جو اس بات کی علامت تھا کہ اب ٹکٹ ملنا شروع ہو گئے ہیں۔ بس اس وقت لوگ لائن میں کھڑے ہوجاتے تھے اور باری باری اسی وقت ٹکٹ خریدتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ٹکٹ خریدتے وقت بہت بھیڑ ہوجاتی تھی کیوں کہ ہر آدمی ٹکٹ ضرور حاصل کرناچاہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ خوجی لائن میں ہونے کے باوجود بھیڑ کی وجہ سے دس بیس آدمیوں کے پیچھے ہوجاتے ہیں۔ مگر کسی نہ کسی طرح ٹکٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں اور آرام سے ریل میں بیٹھ جاتے ہیں اور اپنی ڈبیہ کھول کر افیم کھاکر نشہ میں دھت ہوجاتے ہیں۔ اسی لیے جب میاں آزاد انھیں کانپور میں جگاتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ واہ! ہم تو ریل میں بیٹھتے ہی کانپور پہنچ گیے ہیں اور وہ حیران رہ جاتے ہیں کہ ریل کیا چیز ہے!

غور کرنے کی باتیں

- "فسانہ آزاد" کا یہ چھوٹا سا حصہ پڑھنے سے آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ رتن ناتھ سرشار کی زبان کتنی بے تکلف صاف، سلیس رواں اور چاشنی دار ہے۔

- 'اسٹیشن پر داخل ہوئے' سے مراد ہے اسٹیشن پہنچے۔
- بھیڑ کائی کی طرح چھٹ جانا محاورہ ہے۔ جس کے معنی ہیں بھیڑ بھڑ کا ختم ہوجانا۔
- "غول بیابانی" رات کے اندھیرے میں جنگلوں میں گھومنے والے جنات کے گروہ کو کہتے ہیں یہاں لوگوں کی بھیڑ مراد ہے۔
- "وہ لحیم شحیم کرارے نوجوان، یہ بے چارے نیم جان" جب کسی جملے میں آخری الفاظ ہم قافیہ ہوں تو ایسی عبارت مقفٰی کہلاتی ہے۔ جیسے اس جملے میں جوان اور نیم جان۔ ہم قافیہ ہیں۔
- مصنف نے ریل کی رعایت سے الفاظ ریل پیل اور ریلا استعمال کیے ہیں۔

متن پر سوالات 2b.1

درست جواب پر (√) کا نشان لگایئے۔

1۔ "ہاتھ پانو گویا شکنجے میں کس گیے" سے مراد ہے۔
   (i) میاں خوجی کی ہڈیاں گٹھیا کی وجہ سے جکڑ گئیں۔
   (ii) لوگوں نے چاروں ہاتھ پانو پکڑ کر خوجی کو بے بس کردیا۔
   (iii) خوجی لوگوں کی بھیڑ میں بری طرح دب گیے۔

2۔ جب کسی جملے کے آخری الفاظ ہم قافیہ ہوں تو ایسی عبارت کہلاتی ہے۔
   (i) سلیس عبارت
   (ii) مقفٰی عبارت
   (iii) مسجّع عبارت

3۔ "میاں خوجی کے پنجھر ہی بگڑ گیے۔" سے مراد ہے۔
   (i) زبردست بھیڑ کی وجہ سے میاں خوجی کی حالت خراب ہوگئی۔
   (ii) زیادہ افیم کھالینے کی وجہ سے میاں خوجی کے حواس گم ہوگیے۔
   (iii) میاں خوجی پہلی بار اسٹیشن گیے تھے اس وجہ سے گھبرا گیے۔

2b.4 اسلوب بیان

پنڈت رتن ناتھ سرشار کو ہر طرح کی زبان لکھنے پر قدرت حاصل ہے۔ وہ موقع کے لحاظ سے سلیس، سادہ ، فارسی سے بھرپور اور رعایت اور مناسبت سے سجائی ہوئی عبارت بے تکلف لکھتے ہیں۔ ان کی

زبان میں روزمرہ کی چاشنی پائی جاتی ہے۔ سرشار کو قلم برداشتہ عبارت لکھنے میں مہارت حاصل تھی۔ انھوں نے بائیس سو صفحات پر پھیلا ہوا میاں آزاد کا یہ قصہ تقریباً روزانہ قلم برداشتہ لکھا تھا۔

2b.5 آپ نے کیا سیکھا

- پہلے زمانے میں ریل کا سفر کرنے کے لیے اسٹیشن پر ہی وقت کے وقت ٹکٹ لیا جاتا تھا۔ پہلے سے ریزرویشن وغیرہ کرانے کا دستور نہیں تھا۔
- "بھیڑ کائی کی طرح چھٹ جانا" محاورہ ہے جس کے معنی ہیں بھیڑ بھڑ کا اچانک ختم ہو جانا۔
- "غول بیابانی" کے معنی ہیں جنگلوں میں گھومنے والے جنات کا گروہ۔
- پنڈت رتن ناتھ سرشار کی زبان، سلیس، سادہ اور رواں ہوتی ہے۔ ان کی زبان میں روزمرہ کی چاشنی پائی جاتی ہے۔

2b.6 اختتامی سوالات

1۔ یہ اقتباس کس داستان سے لیا گیا ہے؟

2۔ میاں آزاد اور خوجی کون ہیں ؟

3۔ مقفیٰ عبارت کس عبارت کو کہتے ہیں ؟

4۔ میاں خوجی جب لائن میں کھڑے تھے تو بیس قدم پیچھے کیسے چلے گئے؟

5۔ رتن ناتھ سرشار کے اسلوب بیان پر اظہار کیجیے۔

متن پر سوالات کے جوابات

2b.1

1 - (iii)

2 - (ii)

3 - (i)